Publisher: Faculty of Arabic & Islamic Studies
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Website: https://ojs.aiou.edu.pk/index.php/jmi
Vol.25 Issue: 01 (Junary – June 2026)
Date of Publication: 30- JUNE 2026
HEC Category, **Y**: (2026-2027)

eISSN: 2664-0171,
pISSN: 1992-8556

معارفِ اسلامی

Title	تاریخی مرویات میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا پر تہمت: اصولِ روایت ودرایت کی روشنی میں تحقیقی جائزہ *The Allegation against Lady Maria al-Qibtiyya (RA) in Historical Narratives: A Critical Analysis in Light of the Principles of Hadith Riwāyah (Transmission) and Dirāyah (Verification)*
Authors & Affiliations	**Zeeshan Ali** PhD Scholar, Riphah International University Islamabad, Department of Islamic Studies. za8147553@gmail.com **Dr Muhammad Kashif Shiekh** Associate Professor, Islamic Studies Riphah International University Islamabad Kashif.sheikh@riphah.edu.pk
Dates	***Received :*** 00-00-2025 ***Accepted:*** 00-00-2025 ***Published:*** 30-06-2026
Page	***45-65***
Citation	
Copyright	تاریخی مرویات میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا پر تہمت: اصولِ روایت ودرایت کی روشنی میں تحقیقی جائزہ *The Allegation against Lady Maria al-Qibtiyya (RA) in Historical Narratives: A Critical Analysis in Light of the Principles of Hadith Riwāyah (Transmission) and Dirāyah (Verification)*
Publisher	Faculty of Arabic & Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan https://aiou.edu.pk/

Indexing & Abstracting Agencies

IRI(AIOU)	HJRS(HEC)	Tehqiqat	Asian Indexing	Research Bib	Atla RDB	SIS

تاریخی مرویات میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا پر تہمت
اصولِ روایت ودرایت کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

The Allegation against Lady Maria al-Qibtiyya (RA) in Historical Narratives: A Critical Analysis in Light of the Principles of Hadith Riwāyah (Transmission) and Dirāyah (Verification)

Abstract

Lady Māriyā al-Qibṭiyya (RA), a respected consort of the Prophet Muhammad (PBUH), has been the subject of certain historical reports alleging impropriety. Such accusations—if taken at face value—not only challenge her personal integrity but also risk casting doubt upon the moral authority of the Prophet himself. However, these claims are not substantiated by sound Islamic sources and are widely rejected within mainstream Islamic scholarship, which upholds her dignity and honored status among the Mothers of the Believers (Ummahat al-Mu'mineen).This study aims to critically assess these claims through the methodological framework of Riwāyah (transmission analysis) and Dirāyah (content and contextual analysis). Employing a qualitative, text-based methodology grounded in the sciences of hadith, the research evaluates narrations from classical sources such as Tārīkh *al-Ṭabarī*, *Al-Ṭabaqāt al-kubrā*, and *Mīzān al-iʿtidāl*. The isnād (chains of transmission) were analyzed using the principles of *jarḥ wa-taʿdīl*, revealing that the majority of the reports are weak, disconnected, or transmitted through unreliable narrators—most notably *Ṣaḥīfat Ibn ʿUmar,* who has been widely criticized by hadith scholars.This study reaffirms her status as a chaste and honorable figure in early Islamic history, and highlights the importance of applying rigorous hadith criticism when assessing controversial historical claims.

Keywords: Maria al-Qibtiyya (RA), Allegations against Māriyā al-Qibṭiyya, Hadith transmission, Hadith authentication.

تمہید

اس پورے خطۂ ارض میں طبقۂ نساء کے مابین عزت و احترام، مقام و مرتبہ اور دنیوی و اخروی فضیلت کے اعتبار سے سب سے زیادہ شرف کی مستحق امہات المؤمنین یعنی ازواجِ مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ ان خواتینِ اسلام کو جو یہ خصوصی اعزاز و اکرام حاصل ہوا، اس کی بنیادی وجہ نسبتِ مصطفی ﷺ یعنی (رسولِ اکرم ﷺ کے عقدِ نکاح میں شامل ہونا) اسی نسبت کی بنا پر ان مقدس ہستیوں کو مومنین کی مائیں قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم نے اس ضمن میں کسی ایک خاتون کا نام لے کر بطور خاص مخاطب نہیں کیا بلکہ ساری "ازواج" کے لیے امہات المومنین اور ازاوج مطہرات کے الفاظ استعمال کر کے شرف اور اعزاز بخشا ہے، اس کے ساتھ یہ تاکید بھی کی گئی ہے کہ امہات المؤمنین عام مسلمان خواتین کے مقابلے میں احترام، عزت، اور شرف و اعزاز کے اعتبار سے بدرجہا افضل و اکرم ہیں۔ ان کا مقام و مرتبہ دیگر مسلم خواتین کے مقابلے میں نہایت بلند و بالا اور ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔

سب سے بڑھ کر ازواج مطہرات کی امتیازی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر ان کا انتخاب کل کائنات کی خواتین میں سے اپنے بندہ خاص آخری نبی ﷺ کی ازواج کے طور پر کیا ہے، ان کی شان و عظمت کا تذکرہ اپنی سب سے زیادہ ذی شان و عالی مقام آخری آسمانی کتاب قرآن مجید میں تعریفانہ الفاظ میں کیا ہے ان عظیم ہستیوں میں ایک ممتاز شخصیت حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی ہے، جنہیں نبی کریم ﷺ کی ام ولد ہونے کا شرف حاصل ہوا، آپ کے بطن اطہر سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہ کی والدہ ہونے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو آپ کو خصوصی الفت و لگاؤ تھا، حالانکہ علماء نے آپ کا شمار اسری باندی رسول میں کیا ہے لیکن ام ابراہیم ہونے کی وجہ سے نبی پاک ﷺ کی آپ کے آشیانہ کی طرف آمدروفت بہت زیادہ ہوتی تھی۔ آپ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا: كانت مارية هذه من الصالحات الخيرات الحسان[1] ترجمہ: ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نہایت صالح، پاکیزہ اور نیک سیرت ہے۔ اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ بارگاہ نبوی ﷺ میں انہیں کس قدر ممتاز حیثیت حاصل تھی۔

تاہم بعض تاریخی روایات ایسی بھی ملتی ہیں جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے عظمت و کردار سے متعلق ایک گھناؤنی سازش کرتے ہوئے تہمت لگائی گئی، اس سے نہ صرف آپ کی شخصیت مجروح ہوئی ہے بلکہ معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کی عزت و حرمت بھی متاثر ہوئی تھی۔ ان روایات کا ذکر بعض قدیم کتبِ حدیث، سیرت و تاریخ میں ملتا ہے، ضرورت اس امر کی ہے واقعہ ہذا سے متعلقہ روایات کی تحقیقی نظر سے جانچ پڑتال کی جائے تاکہ حقائق سامنے لائے جاسکیں۔ لہذا مقالہ ہذا

"تاریخی مرویات میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا پر تہمت: اصولِ روایت و درایت کی روشنی میں تحقیقی جائزہ" کے ذریعے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا پر لگائی گئی تہمت سے متعلق روایات کو اصولِ روایت (یعنی سند و رجال) اور اصولِ درایت (یعنی متن و معقولیت) کی روشنی میں تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا جائے گا، اس تحقیقی تجزیے کا بنیادی مقصد نہ صرف حقائق کو سامنے لا کر حرم نبی ﷺ کی برأت کے دلائل کو نقلی و عقلی طور پر ثابت کرنا ہے بلکہ اس کے ساتھ روایتِ اسلامی کے تحت تحقیق کے علمی اصولوں کو بروئے کار لا کر باطل الزامات کی حقیقت کو بے نقاب کر کے اسلامی معاشرے کے لیے تہمت سے متعلق ایک اصولی فکر متعین کرنا ہے۔ نیز مقالہ ہذا کے تحت یہ بھی دیکھا جائے گا کہ آیا اس واقعہ سے متعلقہ روایات اصولِ حدیث کے معیار پر پوری اترتی ہیں یا نہیں نیز ان کے رواۃ کی عدالت و ثقاہت سے متعلق محدثین کی آراء کیا ہیں، اس کے ساتھ ان روایات کے تاریخی، سماجی اور دینی پس منظر کو پیش نظر رکھتے ہوئے تحقیقی اصولوں کو برائے کار لایا جائے گا تاکہ ایک جامع اور علمی نوعیت کی مستند فکر سامنے آ سکے۔

تعارف

مصر کے قبطی خاندان سے تعلق رکھنے والی محترمہ خاتون کا پورا نام ماریہ بنت شمعون القبطیہؓ تھا، لفظ قبطی کا تعلق آپ کی خاندانی نسبت سے ہے، محققین کے مطابق مصر میں قبطی نام سے ایک عیسائی قبیلہ آباد تھا جو کہ سکندریہ نامی علاقے میں آباد تھا بعض روایات کے مطابق آپ کا نام ماریہ بنت شمعون بن یعقوب ہے۔ شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی کے مطابق آپ کو مقوقس قبطی حاکم مصر والی اسکندریہ نے 628 سن عیسوی میں بطور تحفہ نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا تھا، آپ صاحب جمال ہونے کے ساتھ صاحب کمال خصوصیات کی مالک تھی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ نے ان کو بر سم تسری رکھا اور ملک یمین کے تحت تصرف فرمایا، اکثر مؤرخین و محدثین نے انہیں "اُم ولد" یعنی باندی جس سے نبی ﷺ کے صاحبزادے (ابراہیم) پیدا ہوئے، شمار کیا ہے۔ آپ ﷺ کا عمر بھر ان سے محبت اور شفقت آمیز برتاؤ رہا بلکہ بعض معاملات میں خصوصی لگاؤ کا اظہار بھی کیا اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان سے تعلق نبوی ﷺ پر رشک کرتی تھی۔ دور نبوی ﷺ میں ان کے لیے عوالی مدینہ میں الگ سے مکان بنایا گیا تھا جو آج بھی "مشربہ ام ابراہیم" کے نام سے موجود ہے، آرام کے اوقات میں نبی کریم ﷺ اکثر اس مکان میں تشریف لے جاتے تھے[2]۔

حضرت ماریہ قبطیہؓ سے تہمت زنا سے متعلق روایات ایک معروف تاریخی واقعہ کی شکل اختیار کر چکی ہے، ان روایات کو مختلف کتبِ حدیث و سیرت میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس واقعے کی اسنادی حیثیت، تفصیلات اور تاریخی پس منظر

سے متعلق اختلافات ہیں۔ ذیل میں اس واقعے سے متعلق روایات، ان کی اسناد، متن، مآخذ اور اس پر محدثین و مؤرخین کی آراء سے متعلق جائزہ لیا جائے گا۔

طبقات ابن سعد کی روایت

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا پر لگائی جانے والی تہمت زنا سے متعلق ایک روایت طبقات ابن سعد میں موجود ہے اس روایت کے تحت یہ بیان کیا گیا ہے کہ مدینہ میں قیام کے دوران ایک موقع پر آپ کی شخصیت و کردار سے متعلق الزام تراشی کی گئی، رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس معاملے کی تحقیق کروائی بعد ازیہ الزام بے بنیاد اور باطل ثابت ہوا۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ:

"أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: بَلَغَ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنَّ جَرِيحًا يَدْخُلُ عَلَى مَارِيَةَ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ، فَأَرْسَلَ عَلِيَّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فِي أَثَرِهِ، فَقَالَ لَهُ: إِنَّكَ تَأْتِي هَذِهِ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا قَالَ؟ فَحَلَفَ أَنَّهُ لَا يَأْتِيهَا، فَاجْتَذَبَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، فَإِذَا هُوَ خَصِيٌّ لَا يُمْكِنُهُ شَيْءٌ.[3]

"ترجمہ: رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو اطلاع ملی کہ ایک شخص (جریح یامابور) حضرت ماریہ کے پاس آتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اس کی تحقیق کے لیے بھیجا۔ حضرت علیؓ نے اس شخص کو پکڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ خصی (نامرد) ہے اور کسی قسم کا جنسی تعلق ممکن ہی نہیں۔ اس طرح یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا پر جو تہمت لگائی گئی تھی وہ بالکل غلط تھی"۔

اصول روایت کی روشنی میں سند کا تجزیہ

بنیادی طور پر طبقات ابن سعد کی اس روایت کی سند میں چار راوی ہیں: احمد بن عمر الواقدی، عبد اللہ بن جعفر، محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ اول الذکر کے علاوہ باقی تینوں حضرات کی ثقاہت اور عدالت سے متعلق محدثین کے ہاں قابل اعتماد اور معتبر و مستند ہونے کے متعلق رائے ملتی ہے۔ لیکن اس روایت کے اولین اور مرکزی راوی کے متعلق واقدی (محمد بن عمر الواقدی) کی ثقاہت کے بارے میں محدثین کی ہاں اختلاف پایا جاتا ہے، مجموعی طور پر علماء حدیث نے ان کی ثقاہت پر شدید جرح کی ہے، اس وجہ سے انہیں ضعیف بلکہ بعض نے تو متروک قرار دیا ہے۔ مزید یہ کہ واقدی کو ابن سعد کے اساتذہ میں شمار کیا جاتا ہے، آپ نے طبقات کی بے شمار روایات ان سے لی ہیں، یاد رہے کہ کتب سیرت اور تاریخ کے حوالے سے ان روایات کو قبول کیا جاتا ہے۔ خطیب بغدادی بیان کرتے ہیں: محمد بن واقدی متوفی 207ھ جن کا

شمار اسلام کے اولین مؤرخین میں ہوتا ہے، بغداد کے قاضی اور بڑے پایہ کے عالم دین تھے، بڑی محنت اور عزم مسلسل سے دور دراز کے علاقہ جات اور شہروں کے سفر کر کے روایات کو یکجا کیا، آپ روایات کی تفتیش و تنقید بالکل نہیں کرتے تھے جو کچھ ملا لکھ لیا، ان کے بارے میں امام اہل السنہ احمد بن حنبل نے سخت الفاظ میں جرح کرتے ہوئے کاذب قرار دیا ہے۔ ابن معین کہتے ہیں کہ ناقابل اعتماد اور غیر ثقہ آدمی ہے ان کی روایت کبھی نہ لکھو، امام ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری اور ابو حاتم نے بھی انہیں متروک قرار دیا ہیں، اسی طرح امام ابن المدینی اور امام احمد بن شعیب نسائی کہتے ہیں کہ موصوف روایتیں گھڑنے میں معروف ہیں۔ امام دار قطنی کہتے ہیں کہ ان میں ضعف بدرجہ غالب پایا جاتا ہے، ابن المدینی ان کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ صاحب اس قدر تساہل سے کام لیتے ہیں کہ تیس ہزار ایسی احادیث سنا دیا کرتے تھے جو کہ بالکل ہی اجنبی تھیں، حافظ المشرق خطیب بغدادی علیہ رحمہ نے واقدی سے متعلق نقل کیا ہے ان کے ہاں روایات کی کثرت اس قدر پائی جاتی ہے کہ صرف جنگ احد سے متعلق روایات جن کی تعداد چند سو کے قریب ہیں بیس جلدوں میں بیان کیا ہے[4]۔ محدثین کی بیان کردہ آراء کے بعد یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ابن عمر واقدی کی عدالت و ثقاہت ناقابل قبول ہے ان کی بیان کردہ روایت کو من گھڑت قرار دیتے ہیں اور یہاں حرم نبی ﷺ کی تقدس کے معاملے میں ان کی روایت کسی صورت میں قابل قبول نہیں ہے، پس ثابت ہوا طبقات ابن سعد کی بیان کردہ یہ روایت سند کے لحاظ سے کمزور ہے

حدثین کے نزدیک عمومی رجحان یہ پایا جاتا ہے کہ ان کی مرویات کی اسناد میں ضعف موجود ہوتا ہے۔ اسی بنا پر ائمۂ حدیث کی ایک بڑی جماعت کا اس بات پر اتفاق نقل کیا گیا ہے کہ محمد بن عمر الواقدی کی روایت کردہ احادیث سند کے اعتبار سے قابلِ اعتماد نہیں ہوتیں۔

اصول درایت کی روشنی میں متن کا تجزیہ

محدثین کے مطابق اصولِ درایت کی اہمیت و ضرورت اسلامی علوم کے لیے انتہائی اہم ہے۔ کیونکہ اس علم کی بنیاد پر حدیث کے متن کو پرکھ کر حکم لگایا جاتا ہے، تاکہ اس کے معانی و مفہوم، الفاظ، سیاق و سباق، اور عقلی و شرعی معیار کے مطابق ہونے سے متعلق فیصلہ کیا جا سکے۔ مزید یہ اصول "اصولِ روایت" (جو سند اور راویوں کے حالات سے متعلق ہوتے ہیں) سے مختلف ہوتے ہیں۔ محدث ابن جوزی کے مطابق کسی بھی حدیث کے اصول درایت کے مطابق صحیح ہونے کے لیے تین بنیادی شرائط ہیں: عقل انسانی کے خلاف نہ ہو، حس اور مشاہدہ کے مطابق نہ ہونا، قرآن و سنت کی نص کے خلاف نہ ہو[5]۔ بیان کردہ حدیث کے متن "کہ نبی ﷺ کو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک شخص (جریج یامابور) کے آنے جانے کی خبر ملی،

اور آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحقیق کے لیے بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ خصی (نامرد) ہے، اور اس سے کوئی جنسی تعلق ممکن نہیں" کو ان تین اصولوں کی روشنی میں پرکھا جائے تو مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

اس حدیث کا مفہوم عقلاً ممکن اور قابلِ قبول ہے، کیونکہ انسانی عقل کے مطابق یہ بات درست ہے کہ اگر کسی شخص پر تہمت لگائی جائے تو اس کی تحقیق کی جائے۔ اگر معلوم ہو کہ وہ شخص نامرد ہے، تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ زنا کے اہل نہیں ہے، اور یوں تہمت جھوٹی ثابت ہو جاتی ہے۔ دوسرے اصول کے مطابق دیکھا جائے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نبی پاک ﷺ کے حکم کی تائید میں جاکر ظاہری طور معائنہ کر کے یہ معلوم کرنا کہ وہ شخص خصی (نامرد) ہے، مشاہدے کے ضمن میں آتا ہے۔ نیز مسلم معاشرے کے لیے یہ اصول بھی سامنے آتا ہے کہ جنسی زیادتی سے متعلقہ معاملے میں فیصلہ کرتے ہوئے جسمانی حالت کا معائنہ کر کے جنسی صلاحیت یا فعل سرزد ہونے سے متعلق اندازہ لگانا طبّی اور ظاہری معائنے سے ممکن ہوتا ہے، اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ واقعہ حس و مشاہدہ کے بھی خلاف نہیں ہے۔ تہمت زنا کے الزام کی صورت میں نبی ﷺ کا الزام کی تحقیق کروانا عدل و انصاف کے اصول کے عین مطابق ہے اور یہ قرآن و سنت کا بنیادی اصول ہے۔ قرآن مجید سے اس بارے میں رہنمائی ملتی ہے کہ کسی فرد پر الزام کی صورت میں تحقیق کرنے اور تہمت سے اجتناب کرنا چاہیے، لہٰذا نبی ﷺ کا اقدام نص قرآنی سے ہم آہنگ ہے کیونکہ زنا یا غلط تعلق کا الزام لگانا ایک سنگین معاملہ ہے اس سے کسی فرد کی دینی و معاشرتی زندگی برے طریقے سے متاثر ہو جاتی ہے اس کے لیے تحقیق اور ثبوت لازمی ہے۔ متن کے مفہوم سے تیسرے اصول کی بھی تائید ہورہی ہے[6]۔ اصول درایت کی روشنی میں مذکورہ حدیث کی جانچ وپڑتال کے بعد یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا الزام جھوٹا اور بے بنیاد تھا، اور اس کی حقیقت تحقیق کے بعد واضح براءت کی صورت میں سامنے آئی ہے اور یہ واقعہ نہ صرف حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی عفت و پاکدامنی بلکہ حرم نبی ﷺ کی تطہیر کا واضح ثبوت ہے۔

المستدرك على الصحيحين للحاكم کی روایت

"حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حَمْشَاذٍ الْعَدْلُ، ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ الْأَبَّارُ، ثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حَمَّادٍ سَجَّادَةُ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ، ثَنَا أَبُو مُعَاذٍ سُلَيْمَانُ بْنُ الْأَرْقَمِ الْأَنْصَارِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: أُهْدِيَتْ مَارِيَةُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهَا ابْنُ عَمٍّ لَهَا، قَالَتْ: فَوَقَعَ عَلَيْهَا وَقْعَةً فَاسْتَمَرَّتْ حَامِلًا، قَالَتْ: فَعَزَلَهَا عِنْدَ ابْنِ عَمِّهَا، قَالَتْ: فَقَالَ أَهْلُ الْإِفْكِ وَالزُّورِ: مِنْ حَاجَتِهِ إِلَى الْوَلَدِ ادَّعَى وَلَدَ غَيْرِهِ، قَالَتْ: وَبَلَغَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَقُولُ النَّاسُ فَقَالَ لِعَلِيٍّ: «خُذْ هَذَا السَّيْفَ فَانْطَلِقْ فَاضْرِبْ عُنُقَ ابْنِ عَمِّ مَارِيَةَ حَيْثُ وَجَدْتَهُ» ، قَالَتْ: فَانْطَلَقَ فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ عَلَى نَخْلَةٍ يَخْتَرِفُ رُطَبًا قَالَ: فَلَمَّا نَظَرَ إِلَى عَلِيٍّ وَمَعَهُ السَّيْفُ اسْتَقْبَلَتْهُ رِعْدَةٌ قَالَ: فَسَقَطَتِ الْخِرْقَةُ، فَإِذَا هُوَ لَمْ يَخْلُقِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ مَا لِلرِّجَالِ شَيْءٌ مَمْسُوحٌ[7]

" ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ماریہ رسول اللہ ﷺ کو بطور تحفہ کے طور پر دی گئی تھیں، ان کے ہمراہ ان کا چچازاد بھائی بھی تھا (ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں: ان کے چچازاد نے ان کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کیے جس کی بناء پر وہ حاملہ ہو گئیں، نبی اکرم ﷺ نے اس کو اس کے چچازاد کے ساتھ علیحدہ کر دیا،، آپ فرماتی ہیں: الزام تراشی اور طعن بازی کرنے والوں نے کہا: اس کو اولاد چاہیے تھی تو اس نے کسی دوسرے کے بچے پر اپنا دعویٰ کر دیا۔آپ فرماتی ہیں: لوگ جو باتیں بنا رہے تھے، رسول اللہ ﷺ تک وہ باتیں بھی پہنچ گئیں۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ تلوار پکڑو اور ماریہ کا چچازاد تمہیں جہاں بھی ملے اس کو قتل کر دو۔ام المومنین فرماتی ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ چل پڑے، اس کو ایک باغ میں دیکھا، وہ کھجور کے درخت پر چڑھ کر کھجوریں اتار رہا تھا، جب اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان کے پاس تلوار بھی دیکھی تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا، اس کی دھوتی کھل کر نیچے گر گئی، جب اس کو دیکھا تو اس کے پاس مردوں والی کوئی چیز ہی نہ تھی (یعنی اس کا آلہ تناسل کٹا ہوا تھا)۔

اصول روایت کی روشنی میں سند کا تجزیہ

بیان کردہ اس حدیث کی سند میں کل آٹھ راوی ہیں: علی بن حمشاد العدل، احمد بن علی الأبار، حسن بن حماد سجادہ، یحییٰ بن سعید الاموی، ابو معاذ سلیمان بن الارقم، امام زہری، عروہ بن زبیر، عائشہ رضی اللہ عنہ۔ روایت کے اولین راوی علی بن حمشاد العدل کو محدثین نے قابل اعتماد اور ثقہ قرار دیا ہے، ان کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں:

"الإمام الثقة العدل أبو الحسن علي بن حمشاد النيسابوري[8]

"ترجمہ: امام، ثقہ (قابل اعتماد)، عادل (دیانت دار)، ابوالحسن علی بن حمشاد نیشاپوری۔

اسی طرح دوسرے اور تیسرے راوی کے بارے میں محدثین کے ہاں قبولیت حدیث کے حوالے سے ان کے قابل اعتماد ہونے سے **متعلق آراء** ملتی ہیں۔چوتھے راوی يحییٰ بن سعيد الأموی کے قابل اعتماد ہونے سے **متعلق** محدثین کی آراء میں اختلاف پایا جاتا ہے امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

"سمعت أحمد بن حنبل يقول: يحيى بن سعيد الأموي، ليس به بأس، عنده عن الأعمش غرائب[9]"۔

ترجمہ: میں نے امام احمد بن حنبل کو فرماتے سنا: یحییٰ بن سعید الاموی میں کوئی خاص خرابی نہیں ہے، البتہ اس کے پاس اعمش سے **متعلق** کچھ ایسی احادیث ہیں جو عجیب و غریب نوعیت کی ہیں۔

اس طرح ابن ہانی ان کی ثقاہت وعدالت کے بارے میں فرماتے ہیں

"وسئل عن يحيى بن سعيد الأموي؛ فقال: هو صدوق، إلَّا أنه حدث بشيء ليس له أصل[10]"۔

ترجمہ: آپ سے یحییٰ بن سعید الاموی کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: سچ بولنے والا (صدوق) ہے، البتہ اس نے ایک ایسی روایت بیان کی ہے جس کی کوئی اصل (سند یا بنیاد) نہیں۔

بہر کیف محدثین مخصوص شرائط کے ساتھ ان سے حدیث قبول کر لیتے ہیں۔ پانچویں راوی ابو معاذ سلیمان بن الأرقم کے بارے میں محدثین نے سخت الفاظ میں کلام کیا ہے، عمر بن علی ان کے بارے کہتے ہیں:

وقال عمرو بن علي: ليس بثقة، روى أحاديث منكرة۔

ترجمہ: یہ ثقہ (قابلِ اعتماد) نہیں ہے اور منکر (رد شدہ و شاذ) احادیث بیان کرتا ہے۔

اسی طرح ابو عبید الآجری بیان کرتے ہیں:

"سألت أبا داود عن سليمان بن أرقم، قال: متروك الحديث قلت لأحمد: روى سليمان بن أرقم عن الزهري، عن أنس في التلبيةفقال: لا نبالي روى أو لم يرو

ترجمہ: میں نے امام ابو داود سے سلیمان بن اَرقم کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے کہا: یہ متروک الحدیث ہے (یعنی ان کی بیان کردہ حدیث ناقابلِ قبول ہے) الغرض سلیمان بن اِرقم کو جمہور محدثین نے نہ صرف ضعیف قرار دیا بلکہ اسے متروک الحدیث غیر ثقہ راوی کے طور پر تسلیم کیا ہے[11]۔

آخری تینوں حضرات ثقہ، معتبر اور جلیل القدر راوی ہیں۔ امام زہری اور عروہ بن زبیر کا شمار بھی ثقہ تابعین میں ہوتا ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا صحابیہ اورام المومنین رضی اللہ عنہا ان سے سینکڑوں صحیح احادیث مروی ہیں۔ بیان کردہ سند میں دو مرکزی راوی سلیمان بن ارقم اور يحيى بن سعيد الاموي ایسے ہیں جن کے بارے میں محدثین نے سخت جرح کی ہے اس بنیاد پر یہ روایت سنداً مردود قرار پاتی ہے۔ بالخصوص سلیمان بن ارقم ایسا راوی ہے جسے محدثین نے متروک قرار دیا ہے اور یہ اس سند کا سب سے کمزور راوی ہے۔ يحيى بن سعيد الأموي کی ثقاہت کے متعلق بھی تضاد پایا جاتا ہے چند ایک نے انہیں صادق کہا ہے لیکن جمہور محدثین کی نے حدیث کے باب میں غیر ثقہ کہاہے۔ اگرچہ یہ متوسط درجے کا راوی ہے، مگر اس کا ضعف اس وقت اور زیادہ مؤثر ہو جاتا ہے جب یہ متروک راوی سے روایت کرے۔ چونکہ اس سند میں سلیمان بن اِرقم جیسا متروک راوی موجود ہے، اس لیے سند سخت ضعیف بلکہ مردود قرار پاتی ہے، اور محدثین کے اصولوں کے مطابق ایسی روایت ناقابل اعتماد ہے اور کسی بھی صورت میں حجت نہیں بن سکتی ہے۔

کسی بھی حدیث کا مستند و معتبر ہونے کے لیے جیسے سند کا مضبوط ہونا لازمی ہے اس طرح حدیث کا شرعی نقطہ نظر سے قابل حجت ہونے کے لیے درایت کے معیار پر پورا اترنا ضروری ہے، محدثین کے ہاں حدیث کے صحیح و مستند ہونے کے لیے اصول روایت و درایت دونوں کی شرائط وضوابط کے مطابق ہونا لازمی ہے۔ شیخ ابو اسحاق شیرازی کے بقول پانچ اصول ایسے ہیں جن کی بنیاد پر کسی ثقہ روایت کو بھی مسترد کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہیں، انسانی عقل کے متضاد ہونا، کتاب اللہ یا سنت متواترہ کی نص کی نفی کرنا، اجماع امت کی مخالفت، راوی کا تنہا ایسی خبر بیان کرنا جس کا تمام لوگوں کو علم ہونا ضروری ہو، فردواحد ایسی روایت بیان کرے جسے عادتاً تواتر کے ذریعے مروی ہونا چاہیے[12]۔ بیان کردہ حدیث کے متن کو ان پانچ بنیادی اصولوں کی روشنی میں جانچا جائے تو مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

متن کے تجزیہ کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن عم ماریہ کو قتل کرنے کے لیے پہنچے تو اس کی دھوتی گر گئی اور پتہ چلا کہ وہ (ممسوح) یعنی آلہ تناسل سے محروم شخص ہے۔ اس سے حضرت ماریہ پر لگائے جانے والے الزام کی تردید ہوتی ہے کیونکہ فطری طور پر ایسا ناممکن ہے کہ نامرد انسان کسی عورت کے حاملہ ہونے کا سبب بنے، یہ بات انسانی عقل کے بالکل خلاف ہے اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کی برأت کا واضح ثبوت ہے۔ دوسرے اصول کی روشنی میں تجزیہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ بغیر ثبوت کے قتل کا حکم دیا جارہا ہے، جو قرآن و سنت دونوں کے خلاف ہے، بعض علماء نے یہ توجیح بیان کی ہے کہ نبی پاک ﷺ کو وحی کے ذریعے آگاہ کیا گیا تھا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شاہد بننے کے لیے بھیجا تھا۔ امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حدود و قتل کا نفاذ صرف گواہوں کی موجودگی یا اقرار کی بنیاد پر ممکن ہے اور یاد رہے کہ غیر شادی شدہ عورت کا حمل کسی بھی شخص پر تہمت لگانے کے لیے دلیل نہیں بن سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ بیان کردہ روایت اجماعِ امت کے معروف اصولوں کے خلاف ہے۔ ابو اسحاق شیرازی کے چوتھے اور پانچویں درایتی اصول کے مطابق دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے نبی ﷺ نے کسی شخص کے قتل کا حکم محض تہمت کی بنیاد پر دینا پھر معجزاتی طور پر وہ ممسوح نکلے، یہ ایک بہت ہی غیر معمولی اور مشہور واقعہ ہونا چاہیے تھا لیکن حدیث کی کسی کتاب میں یہ روایت تواتر سے بیان نہیں کی گئی اور اس کے ساتھ بیان کردہ سند میں تو متروک راوی بھی موجود ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ بیان کردہ یہ روایت سنداً کے اعتبار سے نہ صرف ضعیف بلکہ مردود ہے کیونکہ اس میں سلیمان بن أرقم جیسے متروک راوی موجود ہیں جنہیں جمہور محدثین نے ناقابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔ درایتاً بھی یہ روایت شیخ أبو إسحاق الشيرازي کے بیان کردہ پانچ اصولوں کے معیار پر

نہیں اتری: جیسے عقل و نص کے خلاف ہونا، اور ایسی بات کا تنہا راوی ہونا جو عادۃً متواتر ہونی چاہیے۔ اس لیے یہ روایت فقہی، اصولی اور عقلی معیار کے مطابق ناقابلِ قبول ہے اور علمی دنیا میں بطور حجت ثابت نہیں ہو سکتی ہے۔

صحیح مسلم کی روایت

"حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عُفَّانُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَن أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا كَانَ يُتَّهَمُ بِأُمِّ وُلْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لِعَلِيٍّ أَذْهَبْ فَاضْرِبْ عُنُقَهُ»، فَأَتَاهُ عَلِيٌّ، فَإِذَا هُوَ فِي رَكِيٍّ يَتَبَرَّدُ فِيهَا، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: أَخْرُجْ فَنَاوِلْ يَدَهُ، فَأَخْرَجَهُ، فَإِذَا هُوَ مَجْبُوبٌ لَيْسَ لَهُ ذِكْرٌ، فَكَفَّ عَلِيٌّ عَنْهُ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ مَجْبُوبٌ، مَا لَهُ ذِكْرٌ[13]۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (ام ولد) آپ کے فرزند کی والدہ کے ساتھ متہم کیا جاتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے تو وہ ایک اتھلے (کم گہرے کنویں) میں ٹھنڈک کے لیے غسل کر رہا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: نکلو، اور سہارا دینے کے لیے اسے اپنا ہاتھ پکڑایا اور اسے باہر نکالا تو دیکھا کہ وہ ہیجڑا ہے، اس کا عضو مخصوص تھا ہی نہیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو قتل کرنے سے رُک گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! وہ تو ہیجڑا ہے، اس کا عضو مخصوص ہے ہی نہیں۔"

اصول روایت کی روشنی میں سند کا تجزیہ

حدیث ہذا میں کل پانچ راوی ہیں: زہیر بن حرب، عفّان بن مسلم الصفار، حمّاد بن سلمۃ بن دینار البصری، ثابت البنانی، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، امام مسلم نے اس روایت پر صحیح کا حکم لگایا ہے۔ اولین راوی: زہیر بن حرب کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں:

"الشَّيْخُ، الإِمَامُ، المحَدِّثُ، الزَّاهِدُ، الصَّالِحُ، المتَّبَعُ، بَقِيَّةُ السَّلَفِ[14]۔

ترجمہ: شیخ، امام، محدث، زاہد، صالح، سنت کا پیروکار، اور سلف صالحین کی باقی ماندہ نشانیوں میں سے ایک، امام ذہبی کے یہ الفاظ ان کی ثقاہت کے لیے اکتفا کرتے ہیں۔

امام ابو حاتم سے ان کی ثقاہت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے ان کے بارے میں فرمایا:

وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ صَدُوقٌ

ترجمہ: یہ سچے اور ثقہ ہیں[15]۔

ثانی الذکر، عفّان بن مسلم الصفار ان کا شمار بھی قابل اعتماد اور مستند راویوں میں ہوتا ہے، امام ابو حاتم ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ: عَفَّانُ: إِمَامٌ، ثِقَةٌ، مَتِينٌ، مُتْقِنٌ[16]-

ترجمہ: عفان (بن مسلم) ایک امام، ثقہ، مضبوط اور فنِ حدیث میں کامل مہارت رکھنے والے راوی ہیں"۔

امام یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں: "عفّان (بن مسلم) ثقہ، ثبت، فن میں ماہر، کتاب میں صحیح (یعنی تحریری روایت میں درست)، اور کم خطا کرنے والے راوی ہے[17]۔"

تیسرے راوی حمّاد بن سلمۃ بن دینار البصری کے بارے میں امام ذہبی لکھتے ہیں:

" الإِمَامُ، الزَّاهِدُ، العَابِدُ، مَوْلَى امرَأَةٍ مِنْ بَنِي أَنَسٍ

.ترجمہ: امام، زاہد، عبادت گزار تھے، اور بنی انس کی ایک خاتون کے آزاد کردہ غلام (موالی) تھے۔[18]"

اسی طرح ثابت البنانی کی عدالت و ثقاہت بھی محدثین کے ہاں معروف ہیں، امام بخاری اور امام مسلم نے ان سے درجنوں روایات لی ہیں[19]۔

آخری راوی جلیل القدر صحابی، خادم رسول حضرت انس بن مالک محدثین کے نزدیک اکثر الروایہ صحابی ہونے کے ساتھ ایک مستند دلیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ **مذکورہ** روایت صحیح الاسناد اور قابلِ اعتماد ہے، کیونکہ اس کی سند میں شامل تمام راوی ثقاہت، عدالت اور ضبط کے حوالے سے مضبوط ہیں، لہٰذا یہ حدیث صحیح میں شمار ہونے کے ساتھ قابل حجت و استدلال ہے۔

اصول درایت کی روشنی میں متن کا تجزیہ

درایت کے لحاظ سے حدیث کے متن کو پرکھنا انتہائی ضروری ہے، کیونکہ کسی بھی روایت کے مستند اور قابلِ عمل ہونے کا فیصلہ صرف متن یا لفظی بیان کی بنیاد پر ممکن نہیں۔ اس لیے محدثین کے ہاں یہ اصول قائم ہے کہ روایت کو معتبر قرار دینے کے لیے اصولِ روایت اور اصولِ درایت دونوں کے معیار پر پورا اترنا لازمی ہے، علامہ شبلی نعمانی کے بقول کسی بھی روایت کے قابل اعتبار ہونے کے لیے درج ذیل اصولوں سے مطابقت ہونا ضروری ہے اسکے بعد تحقیق کی ضرورت نہیں ہے کہ راوی معتبر ہیں یا نہیں؟ یہ اصول مندرجہ ذیل ہیں: عقل کے خلاف نہ ہونا، مسلمہ اصولوں سے مطابقت ہو نا، کسی بھی صورت میں محسوسات انسانی اور مشاہدے کے خلاف نہ ہونا، قرآن مجید اور سنت متواترہ کی مطابقت ہونا، روایت کا رکیک المعنیٰ نہ ہو، اسی طرح روایت میں ایسا قابل التفات واقعہ بیان کیا گیا اگر وقوع میں آتا تو بے شمار راوی بیان کرتے اسکے باوجود فرد واحد روایت کر رہا ہو[20]۔

شبلی نعمانی صاحب کے پہلے اصول کے تناظر میں متن کو پرکھا جائے تو یہ اشکال سامنے آتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ جیسی حکمت وعدل والی ہستی بغیر قطعی ثبوت کے محض تہمت کی بنیاد پر قتل کا حکم دیں جبکہ اسلام میں حدود قتل سے متعلق واضح احکام موجود ہے۔ ابن قیم جوزی اس بارے میں حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اپنی رائے پیش کرتے ہیں آپ کے بقول: نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا جس پر یہ الزام تھا کہ اس نے آپ کی ام ولد سے زنا کیا ہے اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ وہ خصی ہے تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس حکم پر عمل کرنے کو ترک کر دیا[21]۔

اس بارے میں علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ کی رائے اہمیت کی حامل ہے آپ حدیث پاک کی شرح میں لکھتے ہیں: جس شخص کو مورد الزام ٹھہرایا جارہا تھا وہ آدمی منافق تھا کسی اور وجہ سے قتل کا مستحق تھا، گویا قتل کا حکم نفاق یا کسی اور بڑے سبب کی بنیاد پر دیا گیا تھا فقط زنا کے سبب حکم قتل نہیں دیا جا سکتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب جسمانی کیفیت کا مشاہدہ کیا تو آپ رک گئے کیونکہ آپ پر یہ حقیقت آشکار ہو چکی تھی کہ فطری طور پر یہ مردانہ خصوصیات سے محروم تھا[22]۔
مشہور مفسر قرآن حضرت غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: یہاں پر علامہ نووی اور دیگر علماء کا یہ توجیح بیان کرنا صحیح نہیں ہے کہ نبی پاک ﷺ نے نفاق یا اور کسی سبب کی بناء پر قتل کا حکم دیا تھا اگر ایسا ہوتا تو آپ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوبارہ بھیج دیتے لیکن معاملہ اس کے متضاد تھا اور درست بات یہ ہے کہ اس شخص پر تہمت تھی کہ اس نے حضرت ماریہ سے زنا کیا ہے اور آپ کے نزدیک یہ بات گواہوں سے ثابت ہو گئی تھی، اس لیے آپ نے حضرت علی کو اس کو قتل کرنے کے لیے بھیجا تھا[23]۔

شبلی نعمانی کے دوسرے اصول مطابق حدیث کا مسلمہ اصولوں کے مطابق ہونا لازمی ہے حدیث کے متن کو جب اس اصول کے مطابق پرکھا جائے تو بظاہر تو تضاد نظر آتا ہے کیونکہ اسلامی شریعت میں حد زنا کے لیے چار گواہ ہونا لازم ہے، اور محض الزام یا تہمت پر کسی کو قتل کرنا شریعت کے مسلمہ اصول کے خلاف ہے۔ صاحب تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی علیہ رحمہ اس بارے میں لکھتے ہیں: حدیث پاک میں اس بات کو ساقط کیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ایسا بھی ممکن ہے آپ کے نزدیک گواہوں سے یہ معاملہ ثابت ہو چکا ہو اور آپ نے اسکے بعد حضرت علی کو قتل کا حکم دیا ہو۔ لیکن جب حضرت علی نے جا کر دیکھا کہ مطلوبہ شخص کا عضو خاص تو کٹا ہوا ہے تو آپ نے قتل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ آپ اس بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ اس پورے واقعہ میں حکمت یہ تھی کہ یہ حقیقت آشکار ہو جائے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حرم اور آپ کی ام ولد اس تہمت سے بری ہیں۔ یہ معاملہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے منافقین کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حضرت صفوان

بن معطل (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تہمت لگائی تھی حالانکہ حضرت صفوان نے بھی بعد میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ آپ نامرد ہیں اور اس فعل کے اہل ہی نہیں ہیں[24]۔

مشاہدے اور محسوسات کے تحت دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے اگر کوئی شخص ہیجڑا ہے (یعنی فطری طور پر عضوِ مخصوص ہی نہیں) تو ایسے آدمی کے لیے زنا کا ارتکاب کرنا فطری طور پر ناممکن ہے۔ ایسی حالت میں اس پر زنا کی تہمت یا قتل کا حکم دینا مشاہدے اور محسوسات کے خلاف محسوس ہوتا ہے۔ اس ضمن میں قاضی عیاض اللہ (متوفی ۵۴۴ھ) مالکی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: چند بد دیانت اور منافقین کی طرف سے خباثت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ابن عم ماریہ پر حضرت ماریہ قبطیہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی، ایسی صورت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلوبہ شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں لیکن اس اس تہمت کی کوئی وجہ ہونی چاہیے اور حکم قتل دینے کا کوئی معقول عذر ہونا چاہیے، مؤخرین کا کہنا ہے کہ بظاہر تو تہمت لگنے کی یہ وجہ نظر آتی ہے کہ کہ وہ شخص اور حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا دونوں قبطی تھے ہم نسل و ہم قبیلہ اور ہم زبان ہونے کی بنیاد پر دونوں کے ایک دوسرے کے رسمی مراسم تھے اس بنیاد پر منافقین نے اعتراض وارد کرتے ہوئے تہمت لگا دی اور حکم قتل کی وجہ نفاق یا کوئی اور سبب تھا البتہ بعض محققین نے اس رائے سے اختلاف کیا ہے[25]۔

شبلی نعمانی کے تیسرے اصول کے مطابق روایت کے مستند ہونے کے لیے لازمی ہے کہ کسی بھی جہت سے قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو، بیان کردہ حدیث کے متن میں حکم قتل بغیر کسی گواہ یا ثبوت کے دیا جارہا ہے ظاہری طور پر تضاد نظر آرہا ہے لیکن علماء حدیث نے شروحات میں اس پہلو سے متعلق تفصیلی کلام کیا ہے: ایک طبقے کی رائے یہ ہے کہ جہاں تک حکم قتل دینے کا تعلق ہے، تو یہ احتمال بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درحقیقت اس شخص کے قتل کا قطعی حکم صادر نہیں فرمایا تھا۔ بلکہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیشگی طور پر اس امر کی اطلاع دے دی گئی ہو کہ متعلقہ شخص جسمانی اعتبار سے اس قابل نہیں ہے (یعنی اس کا آلہ منقطع ہے)۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس مقصد کے تحت بھیجا گیا ہو تا کہ معاملہ عملی طور پر ان پر واضح ہو جائے، اور ان ہی کے ذریعے اس تہمت کے سلسلے میں، جو آپ ﷺ کے اہلِ حرم کی طرف منسوب کی جارہی تھی، براءت کا اعلان ہو سکے۔

مزید برآں یہ احتمال بھی بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بذریعۂ وحی اس امر سے آگاہ کر دیا گیا ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس شخص کو قتل نہیں کریں گے، اس صورت میں مقصود یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس شخص کی نااہلی اور حقیقت پوری طرح منکشف ہو جائے۔ پھر ایسا ہی ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ جب حکم نبی ﷺ کی تعمیل میں قتل کے لیے گئے کنویں میں اس کو برہنہ غسل کرتے دیکھا تو جسمانی کیفیات آپ پر منکشف ہو گئی۔ علماء فرماتے ہیں آپ نے حضرت

علی کو اس لیے بھیجا تھا تاکہ حضرت علی ظاہری طور پر دیکھنے کے بعد نہ صرف مطمئن ہو جائے بلکہ آپ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہ کی اس تہمت سے برأت کے گواہ بن جائے[26]۔

محدثین کے نزدیک رکیک المعنیٰ حدیث سے مراد ایسی حدیث جو معنی و مفہوم کے اعتبار سے غیر موزوں، سطحی، لغو، یا عقل و فہم کے اعتبار سے کمزور نوعیت کی ہو، حدیث میں کوئی ایسا واقعہ یا بات بیان کی جائے جو مقاصدِ شریعت، حکمتِ نبوی اور معروف دینی اقدار سے تصادم رکھتی ہو۔ زیر بحث حدیث کے متن کو اس اصول کی روشنی میں پرکھا جائے تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے اس حدیث میں کسی قسم کا رکیک المعنیٰ موجود نہیں بلکہ معنوی اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی پختگی اور فصاحت ہے۔ اسی بناء پر محدثین، فقہاء اور سیرت نگاروں نے مضبوط بنیادوں پر استدلال کیا ہے۔

آخری اصول "رویت میں ایسا قابل التفات واقعہ بیان کیا گیا اگر وقوع میں آتا تو بے شمار راوی بیان کرتے، اسکے با وجود فرد واحد روایت کر رہا ہو" کے تحت روایت کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ بیان کردہ روایت صحیح مسلم میں حضرت انس کی سند کے ساتھ ہے، جمہور محدثین کے مطابق "صحیح مسلم" احادیث کی دوسری مستند کتاب ہے۔ مزید یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ جیسے کثیر الروایہ صحابی سے مروی ہے، جن کی روایات کو سینکڑوں تابعین نے اخذ کیا۔ اس کے علاوہ یہ واقعہ دیگر کئی اسناد سے معروف کتب میں موجود ہے، جیسے کہ: امام بیہقی (دلائل النبوۃ)، امام طبرانی، ابن سعد، امام حاکم نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔ نتیجتاً یہ روایت فردِ مطلق پر منحصر نہیں بلکہ متعدد طرق سے روایت کی گئی ہے، اس لیے یہ اعتراض "تنہا فرد واحد سے مروی ہونا" بھی صادر نہیں ہوتا ہے۔

60 نتائج و سفارشات

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا پر تہمت زنا سے متعلق زیرِ مطالعہ روایات کا اصولِ روایت و درایت کی روشنی میں تجزیہ یہ واضح کرتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا پر تہمتِ زنا کے حوالے سے صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی روایت مستند، صحیح اور قابلِ استدلال ہے، کیونکہ اس کی سند مضبوط اور ثقہ راویوں پر مشتمل ہے جن میں زہیر بن حرب، عفّان بن مسلم، حماد بن سلمۃ، ثابت البنانی، اور خود حضرت انس رضی اللہ عنہ شامل ہیں نیز یہ روایت دیگر کتبِ حدیث، مثلاً بیہقی، طبرانی، حاکم اور ابن سعد میں بھی مختلف اسانید کے ساتھ مروی ہے، جس سے اس کی قبولیت کو مزید تقویت ملتی ہے۔ درایتی لحاظ سے اگرچہ بعض پہلو سے تضاد ملتا ہے جیسے بغیر گواہی کے حکم قتل، بظاہر یہ حکم شریعت کے عمومی اصول سے متصادم معلوم ہوتا ہے، لیکن محققین مثلاً شبلی نعمانی، امام نووی، قاضی عیاض، امام رازی، علامہ سنوسی اور علامہ غلام رسول سعیدی نے اس کی معقول و مدلل توجیہات پیش کی ہیں، جیسے یہ حکم نفاق یا دیگر جرائم کی بنیاد پر دیا گیا تھا یا محض حکمتِ عملی کے تحت جاری کیا گیا تاکہ حقیقت سب پر ظاہر ہو جائے۔ اس کے برعکس، طبقات ابن سعد میں مذکور روایت ضعیف اور ناقابلِ قبول ہے کیونکہ اس کی بنیاد محمد بن عمر الواقدی جیسے متروک الراوی پر ہے، جن پر محدثین نے کلام کرتے ہوئے ان کی بیان کردہ روایات کو محل نظر قرار دیا ہیں۔ اسی طرح المستدرک علی الصحیحین میں امام حاکم کی روایت بھی سنداً اور درایتاً ناقابلِ حجت ہے، کیونکہ اس میں ابو معاذ سلیمان بن الأرقم جیسے متروک راوی کی موجودگی اور یحییٰ بن سعید الأموی کا بھی ضعیف ہونا روایت کی سند کو مزید مشکوک بنا دیتا ہے، جبکہ درایتی طور پر بھی بغیر شرعی ثبوت کے قتل کا حکم دینا نہ صرف قرآن و سنت بلکہ اجماعِ امت کے اصولوں کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہ پر تہمت کے رد میں صحیح مسلم کی روایت ہی واحد مستند اور معتبر ماخذ ہے، جس سے نہ صرف ان کی عفت و طہارت کی تصدیق ہوتی ہے بلکہ یہ واقعہ حرمِ نبوی کی تطہیر اور اسلامی عدالتی اصولوں کی روشن مثال بھی فراہم کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ضعیف تاریخی روایات کو شرعی یا اعتقادی دلائل کے طور پر پیش کرنا علمی دیانت کے خلاف ہے اور سیرتِ نبوی ﷺ و ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہا کے دفاع کے لیے صرف مستند و اصولی روایات ہی قابلِ قبول ہونی چاہیے۔

سفارشات

مندرجہ ذیل سفارشات اہلِ علم، محققین اور علمی اداروں کے لیے پیش کی جاتی ہیں تاکہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہ سے متعلق روایات کے مطالعہ میں علمی دیانت، اصولِ تحقیق اور علم حدیث و سیرت نگاری کے معتبر معیار کو یقینی بنایا جاسکے:

1. اصولِ روایت و درایت کی پابندی :سیرتِ نبوی یا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم سے متعلق واقعات کی تحقیق میں صرف وہی روایات بطورِ دلیل قبول کی جائیں جو سنداً صحیح اور درایتاً معقول ہوں۔ ضعیف، موضوع یا متروک روایات کو محض تاریخی بیانیہ یا جذباتی تاثر کی بنیاد پر استدلال کے لیے استعمال کرنا ترک کر دینا چاہیے۔
2. تحقیقی معیار میں یکسانیت :تاریخی، سیرتی یا فقہی موضوعات پر تحقیق کرتے وقت تمام روایات پر یکساں تحقیقی معیار لاگو کیا جائے۔ اگر ایک راوی کو کسی دوسرے باب میں ناقابلِ اعتماد سمجھا گیا ہے تو اسی اصول کو سیرت و تاریخ کے ابواب میں بھی اختیار کیا جائے تاکہ علمی تضاد سے بچا جا سکے۔
3. ضعیف تاریخی بیانیے کی تحدید :سیرت کی کتب میں موجود ضعیف تاریخی روایات کے غیر تنقیدی استعمال سے اجتناب کیا جائے، خصوصاً جب وہ روایات ازواجِ مطہرات یا اہلِ بیت رضی اللہ عنہم جیسی مقدس شخصیات سے متعلق ہوں۔ اس حوالے سے جدید محققین پر لازم ہے کہ وہ ماضی کی روایت پرستی کی بجائے جدید اصولی اور تنقیدی اندازِ تحقیق اپنائیں۔

---

[1] ابو الفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر، **البدایۃ والنہایۃ**، (بیروت: دار إحیاء التراث العربي، 1408ھ/1988ء)، 7/86۔
Abu al-Fida' Isma'il bin 'Umar Ibn Kathir, *Al-Bidayah wa al-Nihayah*, (Beirut: Dar Ihya al-Turath al-'Arabi, 1408 AH / 1988 AD), 7/86.

[2] محمد عبد الحق محدث دہلوی، **مدارج النبوت**، ترجمہ: مفتی غلام معین الدین نعیمی (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2020ء)، 2/660۔
Muhammad 'Abd al-Haq Muhaddith Dehlavi, *Madarij al-Nubuwwat*, Trans. Mufti Ghulam Mu'in al-Din Na'imi (Lahore: Zia-ul-Quran Publications, 2020 AD), 2/660.

[3] محمد بن سعد بن منیع البغدادی، **الطبقات الکبری از ابن سعد** (بیروت: دار صادر، 1990ء)، 1/134۔
Muhammad bin Sa'd bin Mani' al-Baghdadi, *Al-Tabaqat al-Kubra az Ibn Sa'd* (Beirut: Dar Sadir, 1990 AD), 1/134.

[4] احمد بن علی المعروف خطیب بغدادی، **تاریخ مدینۃ السلام**، باب محمد بن عمر الواقدی، (بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1999ء)، 4/11۔

Ahmad bin 'Ali al-Ma'ruf bi-Khatib Baghdadi, *Tarikh Madinat al-Salam*, Bab Muhammad bin 'Umar al-Waqidi, (Beirut: Dar al-Gharb al-Islami, 1999 AD), 4/11.

[5] مولانا سعید اکبر آبادی، **فہم قرآن** (لاہور: ادارہ اسلامیات، 1982ء)، 175۔

Maulana Sa'id Akbarabadi, *Fahm-e-Quran* (Lahore: Idara-e-Islamiat, 1982 AD), 175.

[6] ایضاً

Ibid.

[7] ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، **المستدرک علی الصحیحین**، مترجم: مصطفی عبد القادر عطا، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1411ھ)، 4/39، حدیث رقم: 6705۔

Abu 'Abdullah Muhammad bin 'Abdullah Hakim Nishapuri, *Al-Mustadrak 'ala al-Sahihayn*, Ed. Mustafa 'Abd al-Qadir 'Ata, (Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1411 AH), 4/39, Hadith No: 6705.

[8] حافظ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد، **سیر اعلام النبلاء** (لبنان (بیروت): دار الرائد العربی، 1999ء)، 15/399۔

Hafiz Shams al-Din Abu 'Abdullah Muhammad bin Ahmad, *Siyar A'lam al-Nubala* (Lebanon (Beirut): Dar al-Ra'id al-'Arabi, 1999 AD), 15/399.

[9] مصطفی بن عبد الرحمن المزي، **تهذیب الکمال فی اسماء الرجال** (بیروت: مؤسّسۃ الرسالۃ، 1980)، 31/321۔

المصدر: تاریخ بغداد 14/133–134؛ **تہذیب الکمال** 31/321

Mustafa bin 'Abd al-Rahman al-Mizzi, *Tahdhib al-Kamal fi Asma al-Rijal* (Beirut: Mu'assasat al-Risalah, 1980), 31/321.
Al-Masdar: Tarikh Baghdad 14/133–134; *Tahdhib al-Kamal* 31/321.

[10] ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بغدادی، **تاریخ بغداد** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2001)، 14/133-134۔

Abu Bakr Ahmad bin 'Ali bin Thabit Baghdadi, *Tarikh Baghdad* (Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2001), 14/133-134.

[11] مصطفی بن عبد الرحمن المزي، **تهذيب الكمال فی اسماء الرجال**(بیروت:مؤسّسۃ الرسالۃ،1980)،11/352۔

Mustafa bin 'Abd al-Rahman al-Mizzi, *Tahdhib al-Kamal fi Asma al-Rijal* (Beirut: Mu'assasat al-Risalah, 1980), 11/352.

[12] مولاناسعیداکبر آبادی، **فہم قرآن**(لاہور:ادارہ اسلامیات،1982ء)،171۔

Maulana Sa'id Akbarabadi, *Fahm-e-Quran* (Lahore: Idara-e-Islamiat, 1982 AD), 171.

[13] مسلم بن حجاج قشیری، **الصحیح**، کتاب التوبة، باب براءۃ حرم النبي صلى الله علیه وسلم من الريبة،(بیروت:دار إحياء التراث العربي،س ن)4/2139،رقم الحدیث:7023۔

Muslim bin al-Hajjaj Qushayri, *Al-Sahih*, Kitab al-Tawbah, Bab Bara'at Haram al-Nabi Sallallahu 'Alayhi wa Sallam min al-Ribah, (Beirut: Dar Ihya al-Turath al-'Arabi, n.d.), 4/2139, Raqm al-Hadith: 7023.

[14] حافظ شمس الدین ابوعبد اللہ محمد بن احمد، **سیر اعلام النبلاء**(لبنان(بیروت):دارالرائد العربی،1999ء)،21/161۔

Hafiz Shams al-Din Abu 'Abdullah Muhammad bin Ahmad, *Siyar A'lam al-Nubala* (Lebanon (Beirut): Dar al-Ra'id al-'Arabi, 1999 AD), 21/161.

[15] عبد الرحمن بن محمد بن إدريس بن المنذر التميمي ابن حاتم، **الجرح والتعديل**(بیروت:دار إحياء التراث العربي،1988)،3/527۔

'Abd al-Rahman bin Muhammad bin Idris bin al-Mundhir al-Tamimi Ibn Abi Hatim, *Al-Jarh wa al-Ta'dil* (Beirut: Dar Ihya al-Turath al-'Arabi, 1988), 3/527.

[16] ابن حاتم، **الجرح والتعديل**،8/30۔

Ibn Abi Hatim, *Al-Jarh wa al-Ta'dil*, 8/30.

[17] حافظ شمس الدین ابوعبد اللہ محمد بن احمد، **سیر اعلام النبلاء**،10/249۔

Hafiz Shams al-Din Abu 'Abdullah Muhammad bin Ahmad, *Siyar A'lam al-Nubala*, 10/249.

[18] حافظ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد، **سیر اعلام النبلاء**، 7/445۔

Hafiz Shams al-Din Abu 'Abdullah Muhammad bin Ahmad, *Siyar A'lam al-Nubala*, 7/445.

[19] مصطفی بن عبد الرحمن المزي، **تهذيب الكمال في اسماء الرجال**، 4/342۔

Mustafa bin 'Abd al-Rahman al-Mizzi, *Tahdhib al-Kamal fi Asma al-Rijal*, 4/342.

[20] مولانا شبلی نعمانی، **مجموعہ مقالات شبلی صدی سیمینار**، باب مطالعہ شبلی: علامہ شبلی نعمانی کا تصور درایت، مرتب: اشتیاق احمد ظلی (اعظم گڑھ: دار المصنفین شبلی اکیڈمی، 2016)، 1/332۔

Maulana Shibli Nomani, *Majmu'ah Maqalat-e-Shibli Shadi Seminar*, Bab Mutala'ah-e-Shibli: Allama Shibli Nomani ka Tasawwur-e-Dirayat, Ed. Ishtiaq Ahmad Zilli (Azamgarh: Dar al-Musannifeen Shibli Academy, 2016), 1/332.

[21] محمد بن ابی بکر بن سعد الزرعی جوزی، **الطرق الحكمية في السياسة الشرعية** (قاہرہ: مکتبۃ الکلیات الازہریۃ، 2010ھ)، 10۔

Muhammad bin Abi Bakr bin Sa'd al-Zar'i Ibn Qayyim al-Jawziyyah, *Al-Turuq al-Hukmiyyah fi al-Siyasah al-Shar'iyyah* (Cairo: Maktabat al-Kulliyat al-Azhariyyah, 2010 AH), 10.

[22] ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی، **المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج** (کراچی: اصح المطابع، 1375ھ)۔ 2/368۔

Abu Zakariyyah Yahya bin Sharaf al-Nawawi, *Al-Minhaj Sharh Sahih Muslim bin al-Hajjaj* (Karachi: Asahh al-Matabi', 1375 AH), 2/368.

[23] علامہ غلام رسول سعیدی، **تبیان القرآن** (لاہور: فرید بک اسٹال، ۲۰۰۹)، ۱۵۲۔

Allama Ghulam Rasul Sa'idi, *Tibyan al-Quran* (Lahore: Farid Book Stall, 2009), 152.

[24] محمد بن اسماعیل بخاری، **الجامع الصحيح**، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، 7/130، رقم الحدیث: 4142۔

Muhammad bin Isma'il Bukhari, *Al-Jami' al-Sahih*, Kitab al-Maghazi, Bab Hadith al-Ifk, (Beirut: Dar Tawq al-Najah, 1422 AH), 7/130, Raqm al-Hadith: 4142.

[25] قاضی عیاض بن موسیٰ، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، تحقیق: محمد الطالدی (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2002ء)، 1/289۔

Qadi 'Iyad bin Musa, *Al-Shifa bi-Ta'rif Huquq al-Mustafa*, Ed. Muhammad al-Talidi (Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2002 AD), 1/289.

[26] علی بن خلف بن عبد الملک المالکی، **إکمال المعلم بفوائد مسلم** (بیروت: دار الوفاء، ۱۴۱۹ھ)، 8/304

'Ali bin Khalf bin 'Abd al-Malik al-Maliki (Ibn Battal), *Ikmal al-Mu'allim bi-Fawa'id Muslim* (Beirut: Dar al-Wafa, 1419 AH), 8/304.